

تابعین عظام اور تفسیر و اصول تفسیر

حافظ عبداللہ *

صحابہ کرامؓ کے مقدس طبقہ کے بعد کلام اللہ اور احادیث نبویہؐ دونوں میں جس طبقہ کے فضائل و امتیازات بتائے گئے ہیں وہ سعادت مند و خوش بخت طبقہ تابعین کرام کا ہے جس کو صحابہ کرامؓ کی صحبت و رفاقت حاصل ہوئی۔ قرآن کریم میں مہاجرین و انصار کے ساتھ انہیں بھی رضوان الہی کی دولت سے سرفراز فرمایا گیا۔ ارشاد ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ (۱)

”جن لوگوں نے (ایمان میں) سبقت کی، مہاجرین میں سے اور انصار میں سے اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ اُس نے اُن کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔“

اس آیت میں ”اتباع بالا حسان“ کا مصداق تابعین کرام ہی کا گروہ ہے جس نے صحابہ کرامؓ کی زندگی کو بطور سند تسلیم کیا اور علم و عمل میں ان کی اتباع اختیار کی۔ اس لیے عرف عام میں ان کا لقب تابعی رکھا گیا۔ علامہ ابن الصلاح تابعی کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”قال الخطيب الحافظ؛ التابعي من صحب الصحابي - قلت؛ و مطلقه مخصوص بالتابعي

بإحسان و يقال للواحد منهم: تابع و تابعي - و كلام الحاكم أبي عبد الله وغيره مشعر بأنه

يكفي فيه أن يسمع من الصحابي أو يلقاه وإن لم توجد الصفة العرفية -“ (۲)

خطیب نے کہا تابعی وہ ہے جسے صحابی کی صحبت حاصل ہو۔ میں (ابن الصلاح) کہتا ہوں کہ مطلق تابعی کا لفظ

اتباع بالا حسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کا واحد تابع یا تابعی ہے۔ حاکم ابو عبد اللہ وغیرہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے

کہ ان کے نزدیک صحابی سے سماع اور لقاء کافی ہے اگرچہ عرفی صحبت حاصل نہ ہوئی ہو۔

احادیث میں اس گروہ کا تعارف واضح الفاظ میں ہے اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ اس گروہ کو بھی خیر کے لقب سے

سرفراز فرمایا گیا ہے:

”عن عبد الله عن النبي ﷺ قال خير الناس قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم.....“ (۳)

”عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بہترین لوگ میرے زمانہ کے ہیں، پھر وہ جو اُن کے

بعد ہیں، پھر وہ جو اُن کے بعد۔“

دوسری حدیث کے الفاظ ہیں:

* اسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاہد اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

”عن أبى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ خير امتى القرن الذين بعثت فيهم ثم الذين يلونهم.....“ (۴)

”ابو هریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت کے بہترین لوگ وہ ہیں جن میں میری بعثت ہوئی، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے۔“

عمران بن حصینؓ کی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

”ان رسول الله ﷺ قال ان خير كم قرنى ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم.....“ (۵)

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تم سے بہترین میرے زمانہ (کے لوگ) ہیں پھر جو ان کے بعد ہیں پھر وہ جو ان کے بعد میں ہیں۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

”عن عائشة قالت سألت رجلا النبي ﷺ اى الناس خير قال القرن الذى انا فيه ثم الثانى ثم الثالث.“ (۶)

”حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کون سے لوگ بہتر ہیں، فرمایا اس زمانہ کے لوگ جس میں موجود ہوں (اُس کے بعد) پھر دوسرے (زمانہ کے لوگ) پھر تیسرے (زمانہ کے لوگ)۔“

ان احادیث میں صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور اتباع تابعین تینوں گروہوں کو ”خیر“ کے لقب سے ملقب فرمایا گیا ہے یہ لقب بارگاہِ نبوی سے ان طبقات کے لیے بہت بڑی سند ہے۔

یہ تینوں طبقات اپنے اپنے زمانے کے لیے باعثِ خیر و برکت تھے اور ان ہی کی برکت سے مسلمانوں کو روحانی اور مادی فتوحات حاصل ہوتی تھیں۔

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ دونوں نے یہ حدیث روایت کی ہے۔ امام بخاری کے الفاظ ہیں:

”قال قال رسول الله ﷺ يأتى على الناس زمان فيغزو فقام من الناس، فيقولون فيكم من صاحب رسول الله ﷺ؟ فيقولون نعم، فيفتح لهم، ثم يأتى على الناس زمان فيغزو فقام من الناس، فيقال هل فيكم من صاحب اصحاب رسول الله ﷺ؟ فيقولون نعم، فيفتح لهم، ثم يأتى على الناس زمان فيغزو فقام من الناس، فيقال هل فيكم من صاحب من صاحب اصحاب رسول الله ﷺ فيقولون نعم فيفتح لهم۔“ (۷)

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا، لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی، پس وہ کہیں گے کیا تم میں کوئی اللہ کے رسول کے صحابی موجود ہیں؟ تو وہ کہیں گے ہاں تو (ان کی برکت سے) ان کے لیے فتح ہوگی۔ پھر لوگوں کا زمانہ آئے گا، لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو کہا جائے گا کہ کیا تم میں اصحاب رسول اللہ ﷺ کے ساتھی موجود ہیں؟ تو وہ کہیں گے ہاں (موجود ہیں) پس (ان کی برکت سے) انہیں فتح حاصل ہوگی۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں کی ایک

جماعت جہاد کرے گی تو ان سے پوچھا جائے گا، کیا تم میں اصحاب رسول کے ساتھیوں کا کوئی ساتھی موجود ہے تو وہ کہیں گے ہاں، تو ان کی برکت سے (انہیں) فتح حاصل ہوگی۔“

ایمانی قوت، دینی حمیت، اخلاقی پاکیزگی اور علمی رسوخ کے اعتبار سے صحابہؓ کی مقدس جماعت کے بعد تابعین عظام ہی کا گروہ ہے جسے تاریخ اسلام میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ اس مقدس گروہ نے براہ راست صحابہ کرام سے قرآن کریم اور تعلیمات نبویہ کا علم حاصل کیا اور ان کی صحبت و معیت میں اخلاق و عمل کی پاکیزگی سے آراستہ ہوئے۔ اس طرح یہ گروہ اصحاب رسول ﷺ کا نہ صرف علم میں وارث ہوا بلکہ عمل میں بھی ان کا عکس و پرتو تھا۔

جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا، اسلام حجاز سے نکل کر دور دراز کے شہروں اور علاقوں میں پھیلنا شروع ہوا اور دیگر اقوام و ملل اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر حلقہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہوئیں تو صحابہ کرام، جو علوم اسلامیہ کے سرچشمہ تھے، کی بھی ایک بڑی تعداد نے مدینہ منورہ جو مرکز اسلام تھا، سے نکل کر دیگر بلاد و امصار میں رہائش اختیار کرنا شروع کی۔ صحابہ کرام کا یہ قیام جہاں نئے مفتوحہ علاقوں کے انتظام و انصرام کے لیے ضروری تھا وہاں دوسری طرف ان علاقوں کے باشندوں کو اسلام سے متعارف کروانے اور جو لوگ اسلام قبول کر لیں ان کو قرآن و حدیث کی تعلیم دینے اور ان کی تربیت و تزکیہ کے لیے بھی ضروری تھا لہذا جہاں جہاں صحابہ کرام پہنچے، ان کے تلامذہ جوتابعین کہلاتے ہیں، ان سے استفادہ کرتے۔

مجموع القرآن الشی السید علی لکھتے ہیں:

”ومن المعلوم أن الصحابة لم يستقروا جميعا في بلد واحد بل تفرقوا إلى الأمصار موزعين على جميعها ولقد حملوا معهم إلى هذه الأمصار التي رحلوا إليها ما عووه من العلم مما حفظوه عن رسول الله ﷺ فجلس إليهم كثير من التابعين - في هذه الأمصار - يأخذون العلم عنهم و ينقلونه لمن بعدهم فقامت في هذه الأمصار المختلفة مدارس علمية - على يد الصحابة تتلمذ فيها كثير من التابعين۔“ (۸)

”اور یہ ایک حقیقت ہے کہ صحابہ کرامؓ سب کے سب ایک ہی شہر میں مقیم نہیں رہے بلکہ مختلف علاقوں میں بکھر گئے اور تمام (بلاد اسلامیہ) تک پہنچے اور ان کے ساتھ ان علاقوں میں جہاں جہاں انہوں نے سفر کیا، ان کے ساتھ وہ عظیم علمی سرمایہ بھی پہنچا جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے محفوظ کیا اور ان شہروں میں تابعین کی کثیر تعداد نے ان کی مجالست اختیار کی۔ انہوں (تابعین) نے ان (صحابہ کرامؓ) سے علم اخذ کیا اور بعد میں آنے والوں کو نقل کیا۔ پس ان علاقوں میں صحابہ کرام کے ہاتھوں مختلف حلقہ ہائے علم قائم ہو گئے اور تابعین کی کثیر تعداد نے تلمذ کا شرف حاصل کیا۔“

یوں تو صحابہ کرامؓ جہاں پہنچے وہاں علمی مراکز قائم ہوئے اور قرآن و حدیث کا چرچا شروع ہو گیا اور علوم دینیہ کے تعلیم و تعلم کا ایک طویل سلسلہ جاری ہو گیا لیکن تین تفسیری مکاتب نے زیادہ شہرت حاصل کی۔ ان میں مکتبہ المکرمہ کا تفسیری مکتب جس میں مرکزی حیثیت حضرت ابن عباسؓ کو حاصل تھی اور مدینہ کا تفسیری مکتب جس میں مرکزی

شخصیت ابی بن کعبؓ کی تھی اور کوفہ کا تفسیری مکتب جس کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے رکھی۔

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

”واما التفسیر فان أعلم الناس به أهل مكة لأنهم أصحاب ابن عباس، كمجاهد، و عطاء بن أبي رباح، و عكرمة مولیٰ ابن عباس و غیرهم، من أصحاب ابن عباس كطاوس و أبي الشعثاء و سعید بن جبیر و أمثالهم، و كذلك أهل الكوفة من أصحاب ابن مسعود، و من ذلك ما تمیزوا به علی غیرهم۔ و علماء أهل المدينة فی التفسیر مثل زید بن أسلم الذی أخذ عنه مالك التفسیر، و أخذه عنه أيضا ابنه عبدالرحمن و عبداللہ بن وهب۔“ (۹)

”جہاں تک تفسیر کا تعلق ہے تو لوگوں میں اس کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے لوگوں میں اہل مکہ ہیں کیونکہ وہ ابن عباسؓ کے اصحاب ہیں جیسے مجاہد اور عطاء بن ابی رباح، عکرمہ مولیٰ ابن عباس۔ اسی طرح ابن عباس کے شاگردوں کے شاگرد جن میں طاؤس، ابی شعثاء، سعید بن جبیر اور دیگر شامل ہیں۔ اسی طرح اہل کوفہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب ہیں جنہیں دوسروں پر (تفسیر میں) امتیازی مقام حاصل ہوا۔ تفسیر میں علماء اہل مدینہ میں زید بن اسلم ہیں جن سے امام مالک، ان کے بیٹے عبدالرحمان اور عبداللہ بن وهب نے علم تفسیر حاصل کیا۔“

صحابہ کرام کے بعد قرآن کریم کی تفسیر و تشریح اور تبیین و تعلیم کے اہم اور نازک کام کا بیڑہ صحابہ کرام کے انہی لائق اور قابل فخر تلامذہ نے اٹھایا۔ جنہوں نے اپنے اساتذہ۔ صحابہ کرامؓ سے حاصل کردہ علم تفسیر کو نہ صرف پھیلا یا بلکہ ان کی تفسیری منہج کو اختیار کر کے علم تفسیر کو آگے بڑھایا۔ اور یہ واضح ہے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے تمام آیات کی تفسیر منقول نہیں ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے انہی آیات کی تفسیر فرمائی جو ان کے دور کے لوگوں کے لیے مشکل اور دقیق تھی یا اس کے اندر غموض پایا جاتا تھا اور ان کا دور چونکہ نزول قرآن کا دور تھا اس لیے ایسی آیات کی تعداد نسبتاً کم تھی اور تابعین کے دور میں لوگوں کے لیے زمانہ نزول قرآن سے دوری اور بعد کی وجہ سے غموض اور اشکال میں اضافہ ہو گیا اور تابعین نے صحابہ کرامؓ کی منہج تفسیر اختیار کر کے اس کو دور کیا اور اس طرح تفسیر کے ذخیرہ میں بیش بہا اضافہ کیا۔ دکتور محمد حسین الذہبی تحریر فرماتے ہیں:

”ان ما نقل عن الرسول ﷺ و عن الصحابة من التفسیر لم يتناول جميع آیات القرآن، و انما فسروا ما غمض فهمه علی معاصريهم، ثم تزايد هذا الغموض - علی تدرج - کلها بعد الناس عن عصر النبی ﷺ و الصحابة، فاحتاج المشتغلون بالتفسیر من التابعین الی أن یکملوا بعض هذا النقص، فزادوا فی التفسیر بمقدار ما زاد من غموض، ثم جاء من بعدهم فأتوا تفسیر القرآن تباعا، معتمدين علی ما عرفوه من لغة العرب و مناحيهم فی القول، و علی ما صح لديهم من الأحداث التي حدثت فی عصر نزول القرآن، و غیر هذا من أدوات الفهم و وسائل البحث۔“ (۱۰)

”رسول اللہ ﷺ اور صحابہ سے منقول تفسیر قرآن کی تمام آیات پر مشتمل نہیں ہے۔ انہوں نے صرف اس کی ہی تفسیر کی جس میں ان کے ہم عصروں کے لیے فہم کے لحاظ سے غموض تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ اور

صحابہ کے زمانہ کے بعد اس غموض میں درجہ بدرجہ اضافہ ہوتا گیا۔ تابعین میں سے جنہیں علم تفسیر میں اشتغال تھا، نے اس کی طرف توجہ کی تاکہ (تفسیر کی) اس کمی کو پورا کیا جاسکے۔ چنانچہ غموض کی زیادتی کے سبب تفسیر (کے ذخیرہ) میں بھی اضافہ ہو گیا۔ پھر ان کے بعد جو لوگ آئے انہوں نے (ان کی) اتباع میں تفسیر قرآن کو مکمل کر دیا۔ انہوں نے اس سلسلے میں اہل عرب کی لغت اور ان کے اسالیب، نزول قرآن کے زمانہ کے صحیح واقعات کے علم اور فہم و تحقیق کے دیگر طریقوں پر اعتماد کیا۔

تابعین نے بھی تفسیر قرآن کریم میں انہی مصادر اور ذرائع پر اعتماد کیا جو صحابہ کرام کے تھے۔ اس دور میں مستقل مصدر کی حیثیت سے جس کا اضافہ ہوا وہ ”اقوال صحابہ“ ہیں (تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث والسنۃ کے بعد انہی اقوال کو حجت اور سند حاصل تھی۔) جہاں تک اہل کتاب اور ان کی کتب مقدسہ سے اخذ و قبول کا تعلق ہے اگرچہ اس کا آغاز بھی صحابہ کرام سے ہو چکا تھا کیونکہ قرآنی قصص و اخبار کا ایک حصہ توراہ اور انجیل میں بھی بیان ہوا ہے فرق یہ ہے کہ قرآن میں قصص و اخبار کی جزئیات کا ذکر نہیں بلکہ جس حد تک موعظت اور نصیحت و عبرت کے لیے ضروری تھا اتنا ہی بیان کیا گیا جب کہ اہل کتاب کے ہاں واقعات و قصص کی جزئیات بھی ملتی ہیں اور نبی کریم ﷺ نے بعض شرائط کے ساتھ ان سے اخذ و قبول کی اجازت فرمائی تھی اس لیے صحابہ کرام اہل کتاب سے قرآنی قصص و اخبار کی تفصیلات اخذ کرتے اور احتیاط کے ساتھ روایت فرماتے۔ دور تابعین میں اس مصدر میں وسعت پیدا ہوئی کیونکہ اہل کتاب کی ایک کثیر تعداد نے اسلام قبول کیا اور اپنے ساتھ اسرائیلی روایات کا ذخیرہ بھی لے کر آئی۔ لہذا عصر تابعین میں اسرائیلی روایات کی تفسیر قرآن میں ہمیں کثرت نظر آتی ہے جو عہد صحابہ میں نہیں تھی۔ اسی طرح اگر احادیث رسول ﷺ اور اقوال صحابہ میں تابعین کو تفسیر نہ ملتی تو وہ رائے اور اجتہاد سے بھی تفسیر فرماتے اور ان کے بکثرت اقوال اس پر شاہد ہیں۔ دکتور محمد حسین ذہبی تحریر فرماتے ہیں:

”وقد اعتمد هؤلاء المفسرون في فهمهم لكتاب الله تعالى على ما جاء في الكتاب نفسه و على ما رووه عن الصحابة عن رسول الله ﷺ و على ما رووه عن الصحابة من تفسيرهم أنفسهم، و على ما أخذوه من أهل الكتاب مما جاء في كتبهم، و على ما يفتحه الله به عليهم من طريق الاجتهاد والنظر في كتاب الله تعالى۔ وقد روت لنا كتب التفسير كثيرا من أقوال هؤلاء التابعين في التفسير، قالوا بطريق الرأي والاجتهاد، و لم يصل الى علمهم شيء فيها عن رسول الله ﷺ أو عن أحد من الصحابة۔“ (۱۱)

”ان مفسرین نے کتاب اللہ کے فہم کے لیے کتاب اللہ نے جو خود بیان کیا ہے اس پر، اور جو کچھ صحابہ نے (تفسیر کے باب میں) رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا اس پر اور جو خود انہوں نے صحابہ سے ان کے تفسیری اقوال روایت کیے ان پر اور انہوں نے جو اہل کتاب سے جو انکی کتابوں میں منقول ہے اخذ کیا اس پر، اور کتاب اللہ سے اجتہاد و استنباط کے ذریعے اللہ جل و شانہ نے جو ان پر کھولا ہے، اس پر اعتماد

کیا۔ اور ہم تک تفسیر کے باب میں ان تابعین کے بہت سے اقوال کتب تفسیر کے ذریعے منقول ہوئے ہیں جو کہ انہوں نے اجتہاد و رائے کے طریقے سے بیان کیے۔ (انہوں نے اپنے اجتہاد سے ان آیات کی شرح کی) جن کے بارے میں ان کے علم میں رسول اللہ ﷺ یا صحابہ سے کوئی چیز نہیں پہنچی۔“

تابعین کے اقوال تفسیر میں حجت ہیں یا نہیں۔ اس مسئلہ میں علماء کی مختلف آراء ہیں علامہ ابن تیمہ نے اپنے رسالہ ”مقدمۃ فی اصول التفسیر“ میں بہترین محاکمہ کرنے کے بعد آخر میں خلاصہ ان الفاظ میں تحریر فرمایا ہے:

”وقال شعبۃ بن الحجاج وغيره، اقوال التابعین فی الفروع لیست حجة، فكيف تكون حجة فی التفسیر، یعنی أنہا لا تكون حجة علی غیر ہم عن مخالفہم۔ وهذا صحیح، أما إذا اجتمعوا علی الشیء فلا یرتاب فی كونه حجة، فان اختلفوا فلا يكون قول بعضهم حجة علی بعض ولا علی من بعدهم، و یرجع فی ذلك الی لغة القرآن أو عموم لغة العرب أو اقوال الصحابة فی ذلك۔“ (۱۲)

”شعبہ بن حجاج وغیرہ نے کہا ہے کہ جب فروعات میں اقوال تابعین حجت نہیں ہیں تو تفسیر کے معاملے میں حجت کیسے ہو سکتے ہیں، یعنی (اس سے مراد یہ ہے کہ) ان کے اقوال جنہوں نے ان سے اختلاف کیا ہے، ان پر حجت نہیں ہے اور یہ درست بات ہے، البتہ جب وہ (تابعین) کسی بات پر متفق ہوں تو اس کے حجت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اگر ان کا اختلاف ہو تو ایک کا قول دوسرے پر حجت نہیں ہو سکتا اور نہ ہی بعد میں آنے والوں پر حجت ہوگا تو اس وقت اس معاملہ میں قرآنی لغت، عمومی لغت عرب اور اقوال صحابہ کی طرف رجوع کیا جائے گا۔“

حاصل بحث یہ ہے کہ تابعین کرام وہ خوش بخت طبقہ ہے جو ”اتباع بالاحسان“ کا مصداق ہونے کی وجہ سے رضوان الہی سے سرفراز ہوا اور لسان نبوت سے ”خیر“ کے لقب سے ملقب ہوا صحابہ کرام کی صحبت و رفاقت میں رہ کر جنہوں نے وہی ذوق اور وہی رنگ علم اور عمل دونوں میں اختیار کیا۔ صحابہ کرام سے براہ راست علوم وحی حاصل کیے اور ان کے تلمذ کے شرف سے مشرف ہوئے۔ اصحاب رسول اللہ ﷺ سے نہ صرف قرآن کریم کی تفسیر و تشریح اور تبیین و تفہیم کے میدان میں مستفید ہوئے بلکہ انہی کی تفسیری منہج اور ان کے سکھائے ہوئے استنباط و استخراج کے قواعد و اصول کو اختیار کر کے تفسیر قرآن کریم کے ذخیرہ میں بیش بہا اضافہ فرمایا۔

اگرچہ صحابہ کرام کی طرح تابعین عظام نے بھی تفسیر اور اس کے اصول و قواعد کو باقاعدہ نہ تو مرتب و مدون کیا نہ ہی تفسیر کے دوران اصول و قواعد کی باقاعدہ وضاحت فرمائی۔ صحابہ کرام کے براہ راست تلمذ و تعلم اور صحبت و معیت نے انہیں اس سے مستغنی کر دیا تھا۔

مگر جب دور تدوین میں تفسیر کے اصول و قواعد مدون کیے گئے تو جہاں صحابہ کرام کی تفسیری منہج سے راہنمائی حاصل کی گئی وہاں تابعین عظام کے تفسیری اقوال سے بھی مدد لی گئی اور صحابہ کرام کا بھی تفسیری منہج تابعین کے توسط سے علماء امت اور خصوصاً مجتہدین تک پہنچا۔

حواشی وحوالہ جات

- ۱- القرآن: ۱۰۰/۹
- ۲- ابن الصلاح، ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمن، علوم الحدیث (مقدمہ ابن الصلاح)، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ص: ۲۳۹، طبع ثانی، ۱۴۲۰ھ۔
- ۳- نیشاپوری، مسلم بن حجاج، صحیح، دارالفکر، بیروت، ۴(vii)/۱۸۵، (س-ن-)
- ۴- ایضاً۔
- ۵- ایضاً، ۴(vii)/۱۸۵-۱۸۶۔
- ۶- ایضاً۔
- ۷- بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، مکتبہ المنہضۃ الحدیث، مکہ مکرمہ، باب فضائل اصحاب النبی، ۱۳۷۶ء
- ۸- نقراشی، محمود، سید علی، منہج المفسرین من العصر الاول الی العصر الحدیث، مکتبہ المنہضۃ، طبع اول، ۳(v)/۳۔
- ۹- ابن تیمیہ، تقی الدین، مقدمہ فی اصول التفسیر، دارنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، (س-ن) ص ۲۳-۲۴۔
- ۱۰- ذہبی، ڈاکٹر محمد حسین، التفسیر والمفسرون، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ج: ۱، س-ن- ص: ۱۰۰۔
- ۱۱- ایضاً۔
- ۱۲- مقدمہ فی اصول التفسیر، ص: ۵۰۔